محمد فاروق غفر له
دار الاحسان بارڈولی
سورت گجرات

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

فہرست عناوین

Name

بسم اللہ وکفیٰ

از ـ محمد فاروق غفرلہ
جامعہ دارالاحسان باردو
سورت گجرات ـ
9714014171

کل صفحات ۲۱

الحمد للہ حمداً موافیاً لنعمہ مکافیاً لمزیدہ، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وجنودہ،
اما بعد

باپ اور بیٹوں کا مشترکہ کاروبار

باہم شرکت میں کاروبار کرنے کیلئے انواع شرکت کے اختلاف سے مختلف شرطوں کی رعایت کرنا ضروری ہے مثلاً شرکت عقد کے متحقق ہونے کیلئے شرکاء کا صراحۃً یا دلالۃً ایجاب وقبول کرنا، شرکاء کا وکیل بننے یا وکیل بنانے کے قابل ہونا، جس چیز پر عقد شرکت ہو رہا ہو اس میں وکالت کی صلاحیت ہونا، (یعنی معقود علیہ کا مباح الاصل نہ ہونا) نفع کے تناسب کا معلوم ہونا، نفع کا حصۂ مشاع ہونا وغیرہ،

اگر ان شرطوں کی رعایت نہ کی گئی تو شرکت فاسد ہو جاتی ہے، اور ایسی شرکت شرکاء کے مابین طے شدہ منافع کیلئے مفید نہیں ہوتی، بلکہ مال وعمل کے اعتبار سے اسکے منافع تقسیم ہوتے ہیں، اور عقد میں ذکر کردہ کمی زیادتی کی شرطیں ختم ہو جاتی ہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے:ـ

واما الشرکۃ الفاسدۃ وھی التی فاتھا شرط من شرائط الصحۃ فلا تفید شیئاً مما ذکرنا، (بدائع ۶/۵۴۰)

شرکت فاسدہ کے اصول

چنانچہ باپ بیٹے کی شرکت سے متعلق کئے گئے سوالات میں بہت سی صورتیں شرکت فاسدہ کی بھی ہیں، اسلئے شرکت فاسدہ کے شرعی ضوابط تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں ذکر کردہ سوالات کی تحلیل آسان ہو ـ

لہذا شرکت فاسدہ کی تین صورتیں ہیں:ـ

۱ ـــــ شرکت فاسدہ جانبین سے بغیر کسی مال کے ہو،
۲ ـــــ جانبین سے مال کے ذریعہ ہو،
۳ ـــــ مال کسی ایک کی طرف سے ہو،

مال کے بغیر شرکت فاسدہ مثلاً دو آدمیوں نے شرکت فاسدہ کی اور دونوں میں سے کسی کے پاس مال نہ تھا تو اسکی دو صورتیں ہیں،

الف ـــــ دونوں عمل کرنے والے ہوں گے،
ب ـــــ یا کوئی ایک،

اگر کسی ایک نے عمل کیا تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے نے تعاون بھی کیا کہ نہیں، اگر ایک نے عمل کیا

اور دوسرے نے نہ تو کوئی عمل کیا اور نہ اس میں تعاون کیا، تو اس صورت میں کل منافع عامل کیلئے ہوں گے، اور دوسرے کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر دوسرے نے عامل کا تعاون کیا ہے تو کل منافع عامل کیلئے ہوں گے اور معاون کو معاونت پر اجرت مثل ملے گی، بشرطیکہ عامل و معاون کے مابین ابوت و بنوت کی نسبت نہ ہو ورنہ پورا نفع والد کیلئے ہوگا اور بیٹا معین ہوگا جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔

اور اگر دونوں نے عمل کیا اور معلوم نہیں کہ کس نے کتنا عمل کیا ہے تو منافع میں دونوں نصف کے حقدار ہوں گے۔ جیسا کہ درمختار کی حسب ذیل عبارت سے مفہوم ہے۔

وما حصله احدهما بدون عمل من الآخر فله، وما حصلاه وتعاملا منصفين ان لم يُعلم ما لكلٍّ، وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله، ولصاحبه اجر مثله، (الدر المختار مع الشامی ۵۰۲/۶)

اگر جانبین سے مال ہو

اور اگر جانبین سے مال ہونے کی صورت میں شرکت فاسدہ ہو جائے تو جو منافع حاصل ہوں گے وہ دونوں کے مابین بقدر مال تقسیم ہوں گے، چنانچہ دونوں کے راس المال برابر ہوں گے تو منافع بھی برابر ہوں گے، اور اگر اثلاثا یا ارباعا ہوں گے تو منافع بھی اسی طرح تقسیم ہوں گے، البتہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی جانب سے عمل بھی ہو تو اس کے لئے عمل کی کوئی اجرت نہ ہوگی۔

اگر ایک جانب سے مال ہو

اور اگر کسی ایک جانب سے مال ہونے کی صورت میں شرکت فاسد ہو جائے تو جملہ منافع صاحب مال کیلئے ہوں گے۔ اور دوسرے نے اگر عمل کیا ہے تو اس کے لئے اجرت مثل ہوگی، ورنہ نہیں۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:-

حاصله ان الشركة الفاسدة اما بدون مال او به من الجانبين، او من احدهما، فحكم الاولى ان الربح فيها للعامل كما علمت، والثانية بقدر المال ولم يذكر ان لاحدهم اجرا لانه لا اجر للشريك في العمل بالمشترك والثالثة لرب المال، وللآخر اجر مثله، (شامی ۵۰۳/۶)

رہا یہ مسئلہ کہ عامل کو اجرت مثل کتنی ملے گی تو اس سلسلے میں حضرات صاحبین کے مابین اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک جس قدر مقدار پر عقد شرکت میں طے تھی اس سے زائد نہیں ملے گی، جبکہ حضرت امام محمد کے نزدیک خواہ اجرت مثل جتنی ہو اسی کا اعتبار ہوگا، اور وہی مقدار عامل کو دی جائے گی۔

وفي الشامية: فله اجر مثله لا يجاوز نصف الثمن في قول ابي يوسف وقال محمد: له اجر مثله بالغا ما بلغ الا ترى انه لو اعانه عليه ولم يصب شيئا كان له اجر مثله، (شامی ۵۰۳/۶)

مذکورہ تفصیلات سے حسب ذیل ضابطے ثابت ہوئے:-

تنقیح ضابطہ

(الف) ـــــ اگر صرف شرکاء مل کر کوئی کام انجام دیں اور مال کسی کی طرف سے نہ ہو اور نہ مقدار عمل کا انضباط ہو تو سبھی منافع میں برابر کے شریک ہوں گے، اور فساد شرکت کی وجہ سے منافع میں کمی زیادتی کی شرط باطل ہو جائے گی۔

(ب) ـــــ اور اگر تمام شرکاء کی جانب سے مال ہو تو سبھی اپنے مال کے تناسب سے حقدار منافع ہوں گے۔

(ج) ـــــ اور اگر کسی ایک کی طرف سے مال ہو تو عمل کرنے والے کو صرف اجرت مثل ملے گی اور جملہ منافع صاحب مال کیلئے ہوں گے۔

تاہم اس طرح تعاون کرنے والے کو اسی وقت اجرت ملے گی جب کہ یہ کاروبار باپ بیٹے کی شرکت کا نہ ہو

اگر کاروبار باپ بیٹے کی شرکت کا ہو تو اس میں حسب ذیل تفصیل ہوگی۔

۱۔ سرمایہ کے بغیر باپ بیٹے کی شرکت

اگر باپ بیٹے کسی کاروبار میں شریک ہوں اور دونوں کی اپنی کوئی پونجی نہ ہو، اور جو کام باپ کرتے ہوں اسی میں بیٹا بھی شریک کار ہو، اور بیٹا کا کھانا پینا باپ کے ساتھ ہو تو اس کاروبار سے جو کچھ آمدنی حاصل ہوگی وہ سب باپ کی ہوگی۔ اس میں بیٹے کی ذاتی کوئی آمدنی نہ ہوگی اور بیٹا باپ کا معاون شمار ہوگا۔ جیسا کہ علامہ شامی قنیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:-

الاب والابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیئ فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له۔ (شامی ۳/۵۰۲)

اسی طرح شرح المجلہ میں ہے:-

اذا عمل شخص فی صنعة هو وابنه الذی فی عیاله فجمیع الکسب لذالک الشخص وولده یعد معینا له، کما اذا اعان شخصا ولده الذی فی عیاله حال غرسه فتلک الشجرة للشخص، ولا یکون ولده مشارکا له فیها۔ (شرح المجلہ ۱/۳۱۸ مادہ ۱۳۹۸)

بیٹے کے معین ہونے کی شرطیں

مذکورہ جزئیہ سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی جملہ کمائی باپ کے لئے اسوقت ہوگی جبکہ تین شرطیں بیک وقت موجود ہوں۔

۱ ـــــ اتحاد صنعت

۲ ـــــ عدم سرمایہ

۳ ـــــ بیٹے کا باپ کے عیال میں سے ہونا

اگر مذکورہ تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو بیٹے کی کمائی باپ کے لئے نہ ہوگی

پ

جیسا کہ علامہ خالد اتاسی شرح المجلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وھو مشروط کما یعلم من عبارا تھم لشروط، منھا اتحاد الصنعۃ،
وعدم مال سابق لھما، وکون الابن فی عیال ابیہ، فاذا عدم واحد منھا
لا یکون کسب الابن للأب، (شرح المجلہ للاتاسی ۳۲/۱)

اسلئے ضرورت ہے کہ مذکورہ تینوں شرطوں پر قدرے روشنی ڈالی جائے تاکہ کسب اولاد کے
باپ کے لئے ہونے کا ضابطہ منقح ہو کر سامنے آجائے۔ چنانچہ پہلی شرط اتحاد صنعت ہے،

۱ اتحاد صنعت

باپ بیٹے کے ایک صنعت میں کام کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ نوع کے اعتبار سے صنعت متحد ہو،
بلکہ اتحاد صنعت کی مراد یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہی کام انجام دے رہے ہوں، مثلاً باپ نے کسی کام
کی ذمہ داری قبول کی اور بیٹا باپ کے ساتھ شریک کار ہو کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا، اور حاصل کسب غیر امتیازی طور
سے ایک ہی ساتھ ہو تو اس وقت بیٹے کا کسب باپ کے لئے ہوگا، ورنہ اگر دونوں ایک ہی نوع کے الگ الگ
کام کرتے ہو جیسے کہ باپ اور بیٹے دونوں حداد ہوں، مگر دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی دوکانوں میں علیحدہ
علیحدہ کام کرتے ہوں، اور بیٹے کے عمل کا باپ کے عمل سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس صورت میں بیٹا باپ کے لئے معین
نہ ہوگا، اگرچہ بیٹا باپ کے عیال ہی میں کیوں نہ ہو، بلکہ بیٹے کی ساری کمائی اسی کے ساتھ خاص ہوگی، جیسا کہ
علامہ خالد اتاسی شرح المجلہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں:۔

لیس المراد باتحاد الصنعۃ اتحادھا نوعاً، بل المراد ان یعملا معاً یداً واحدۃ،
ویکون الکسب الحاصل غیر متمیز، حتی لو کان کل منھما حداداً مثلاً: إلا ان کلاً
منھما یعمل فی دکان له علی حدۃ، وامر الابن فی عمله لیس عائداً لأبیه لایکون
معیناً له، وان کان فی عیاله، بل یکون کسبه له خاصۃ، (شرح المجلہ ۳۲۰/۱)

اسی طرح علامہ سلیم رستم اللبنانی نہایت جامعیت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں:

الثانی ان یعملا معاً فی صنعۃ واحدۃ، اذ لو کان لکل منھما صنعۃ یعمل فیھا
وحدہ فثمرتہ له، (شرح المجلہ لرستم ۷٤١/٢)

یعنی دوسری قید یہ ہے کہ باپ بیٹے ساتھ ساتھ کسی ایک کام کو انجام دے رہے ہوں،
کیونکہ اگر دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ عمل میں مشغول ہو تو آمدنی ہر ایک کیلئے ہوگی،

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوگیا کہ اتحاد صنعت سے نوعاً اتحاد مراد نہیں ہے،
بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی صنعت کو دونوں انجام دے رہے ہوں ۔

۲ ذاتی سرمایہ نہ ہو

اولاد کی کمائی باپ کے لئے ہونے کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں کیلئے پہلے سے کوئی ذاتی سرمایہ اور پونجی نہ ہو

جیسا کہ اس شرط کی تصریح علامہ شامیؒ نے قنیہ کے حوالہ سے کی ہے اور یہی شرط فتاوی ہندیہ اور شرح المجلہ میں بھی موجود ہے۔ ولم یکن لھما شئی فالکسب کلہ للاب۔ شامی

وفی الھندیہ ولم یکن لھما مال فالکسب کلہ للاب۔ (ھندیہ ۳۳۲/۲)

دونوں کا سرمایہ ہو

لہذا اگر باپ بیٹے نے اپنا اپنا سرمایہ لگا کر کوئی کاروبار شروع کیا ہو، تو اگرچہ بیٹا باپ کے عیال میں سے ہو لیکن اس صورت میں پوری کمائی باپ کے لئے نہ ہوگی، بلکہ شرط یا مقدار مال کے مطابق باپ کا حق ہوگا اور اسی طرح بیٹے کا بھی حق ہوگا۔ چنانچہ فتاوی ھندیہ میں ابن صغیر اور باپ دونوں کے مال کیسا تھ شرکت کا مسئلہ دعوئ مذکورہ کی تائید کیلئے کافی ہے، دیکھئے

قال الخجندی: ویجوز للاب والوصی ان یشترکا بمال انفسھما مع مال الصغیر ولو کان راس مال الصغیر اکثر من راس مالھما، فان اشھدا یکون الربح علی الشرط وان لم یشھدا یحل فیما بینھما وبین اللہ تعالیٰ، لکن القاضی لا یصدقھما، ویجعل الربح علی قدر راس المال کذا فی السراج الوھاج

ترجمہ — خجندیؒ نے فرمایا: کہ باپ اور وصی کیلئے جائز ہے کہ وہ دونوں اپنے اور بچہ کے مال کیساتھ ملاکر مشترک کاروبار کریں گو بچہ کا راس المال ان دونوں کے مال سے زائد ہو، چنانچہ اگر ان دونوں نے مقدار ربح پر گواہ بنا لیا ہے تو ربح شرط کے مطابق ہوگا۔ اور اگر ان دونوں نے گواہ نہیں بنایا ہے تو ربح فیما بینھما وبین اللہ حلال ہوگا، لیکن مقدار مال سے زائد ربح کے سلسلے میں قاضی ان کی بات نہیں مانے گا۔ اور ربح راس المال کے بقدر ہی تقسیم کیا جائے گا۔

صرف بیٹے کا سرمایہ ہو

اسی طرح اگر صرف بیٹے کا مال ہو اور باپ کا سرمایہ کچھ بھی نہ ہو تو باپ کی جو حیثیت متعین ہوگی اسی کے مطابق وہ مال کا حقدار ہوگا، ورنہ کچھ بھی حقدار نہ ہوگا۔ مثلا پورا مال بیٹے کا ہو اور باپ بطور مضاربت کے تصرف کرتا ہو تو باپ شرط کے مطابق مقدار ربح کا حقدار ہوگا۔ اور اگر باپ کی جانب سے کوئی عمل نہ ہو تو وہ کچھ بھی منافع کا حقدار نہ ہوگا۔ جیسا کہ علامہ خالد اتاسی مال صغیر سے مضاربت کی صحت پر ایک واضح جزئیہ نقل فرماتے ہیں:-

الاب والوصی اذا دفعا مال الصغیر مضاربۃ، وشرطا ان یعملا بانفسھما مع المضارب بجزء من الربح فھو جائز، لا بخلاف لو اخذا مالہ مضاربۃ لیعملا بانفسھما بالنصف صح۔ (شرح المجلۃ ۳۳۱/۴)

ترجمہ — باپ اور وصی جب بچے کے مال کو مضاربت کے طور پر دیدیں اور دونوں یہ شرط لگادیں کہ وہ دونوں بھی مضارب کے ساتھ ربح کے ایک جزء کے عوض کام کریں گے، تو یہ جائز ہے، کیونکہ وہ دونوں اگر خود بچے کے مال کو مضاربت پر لے لیں تاکہ نصف ربح کے عوض کام کریں گے تو یہ صحیح ہے۔

کسب صرف بیٹے کا ہو

نیز کسب الولد للاب کی شرطوں میں "یکتسبان" کی قید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باپ بیٹے دونوں کیلئے کسب نہ ہو بلکہ صرف بیٹا ہی کا کسب وعمل ہو تو حاصل شدہ پورا ربح بیٹے کے لئے ہوگا، اور اس وقت "باپ بیٹے کے عیال میں سے شمار ہوگا" نہ کہ

بیٹا باپ کے عیال میں ہے، جیسا کہ حسب ذیل جزئیہ سے واضح ہوتا ہے۔

قولهم اب وابن يكتسبان — انه لو لم يكن للاب عمل ولا كسب بل العمل والكسب للابن يكون المال المتحصل للابن خاصة، لان الاب حينئذ في عيال ابنه وهو ظاهر۔ (شرح المجلة للاتاسی ۱/۳۲۰)

سرمایہ صرف باپ کی جانب سے ہو

البتہ اگر سرمایہ اور پونجی صرف باپ کی جانب سے ہو اور بیٹے کی جانب سے کچھ بھی سرمایہ موجود نہ ہو اور بیٹا باپ کے عیال میں ہوتے ہوئے باپ کے کاروبار میں باپ کے ساتھ کام کرتا ہو تو بیٹے کے معین ہونے کی ظاہری شرط " ولم يكن لهما مال الخ " سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں بیٹا معین نہ ہوگا، اسلئے کہ یہاں والد کا سرمایہ اور مال موجود ہے، تاہم دوسرے جزئیات اور اکابر کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں بھی بیٹا باپ کے لئے معین ہوگا، جیسا کہ شرح المجلہ میں ہے:-

كما اذا اعان شخصا ولده الذي في عياله حال غرسه شجرة،
فتلك الشجرة للشخص ولا يكون ولده مشاركا له فيها (شرح المجلة ۱/۳۱۹)

ترجمہ:- جسطرح سے کسی شخص کی وہ اولاد جو اسکی عیال میں ہوں جب اس شخص کے درخت کا پودا لگاتے وقت اس شخص کی مدد کی تو وہ درخت اسی شخص کا ہوگا، اور اس شخص کی اولاد درخت میں اس شخص کیسا تھ شریک نہ ہوں گی۔

اس جزئیہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ درخت کا پودا جو باپ کی ملک ہے جب اسکے عیال میں رہنے والا بیٹا اس پودا کے لگانے میں مدد کرتا ہے تو اس سے وہ حقدار درخت نہیں ہوتا، بلکہ وہ درخت پورے طور سے باپ ہی کی ملک شمار ہوتا ہے اور بیٹے کی حیثیت صرف معین ومددگار کی ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرات اکابر رحمہم اللہ کے فتاوی سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ فتاوی حقانیہ میں ہے:-

سوال: میرے کپڑے کی دوکان ہے جس کا سرمایہ میرا اپنا ہے، دوکان میں نے پچاس ہزار روپئے سے شروع کی تھی، اور اب دوکان کا سرمایہ دس لاکھ ہے، اس کاروبار کی ترقی میں میرے دو بیٹوں نے بھی ساتھ دیا ہے، دونوں بیٹے اس وقت سے لیکر آج تک اکٹھے رہتے ہیں، اب ان میں سے ایک جدا ہونا چاہتا ہے اور مجھ سے اس دوکان میں حصہ داری کا مطالبہ کرتا ہے، آنجناب سے شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل مطلوب ہے ——

الجواب: صورت مسئولہ کے مطابق آپ کے بیٹے کاروبار میں آپکے معاون تھے، نہ کہ شریک اسلئے ان میں سے کسی ایک بیٹے کو بھی دوکان میں حصہ داری کے دعوی کا شرعا حق نہیں۔ اور اگر آپ اس بیٹے کو کچھ بھی نہ دیں تو شرعا آپ پر کوئی گناہ نہیں، تاہم بہتر یہ ہے کہ اس بیٹے کو بھی احسانا کچھ نہ کچھ دیدیا جائے — (فتاوی حقانیہ ۱/۳٤۷)

اسی طرح علامہ ظفر احمد تھانوی قدس سرہ اس طرح کے سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں: ——

دوسرے صفحہ پر

زید نے جو اپنے لڑکے کو کاروبار میں اپنے ساتھ شریک کیا ہے تو اس کی کیا صورت تھی،
آیا زید نے ہر بیٹے کو کچھ رقم یا سرمایا ہبۃً دیا تھا پھر وہ رقم یا سرمایہ کاروبار میں لگاکر
شریک تجارت ہوا ــــــــ یا باپ نے کسی بیٹے کو کچھ رقم ہبۃً نہیں دی، نہ سرمایہ
دیا اور نہ بیٹوں کے پاس اپنی ذاتی رقم یا سرمایہ تھا جسکو ملاکر وہ کاروبار میں شریک
ہوئے ہوں، بلکہ بیٹے ویسے ہی بدون رقم دیئے کام کرنے لگے۔ اور اس شرکت سے
ـــ کام کو ترقی ہوئی۔ پس صورت اولیٰ میں تو یہ البتہ شرکت ہے۔ اور ہر شخص اپنی رقم
وسرمایہ کی نسبت سے اس وقت اصل ونفع میں مستحق ہوگا۔ اور صورت ثانی میں شرکت
ہی نہیں بلکہ کل سرمایہ زید کی ملک ہے اور سب لڑکے اسکے معین شمار ہوں گے۔ ـــ
(امداد الاحکام کتاب الشرکۃ ص $\frac{316}{3}$) بحوالہ حاشیہ فتاویٰ حقانیہ ۳۴۲/۶)

اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس طرح کے متعدد سوالات کے جوابات میں بیٹے کو
معین ومددگار شمار کیا گیا ہے، دیکھئے کتاب الشرکۃ سوال ۲۹، سوال ۳۲، ـــ

لہٰذا مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ "ولم یکن لھما شئ" کی قید میں یا تو دونوں
سے مال کی نفی مراد ہے، یا صرف اولاد سے، یعنی جب باپ بیٹے میں سے دونوں کے پاس کوئی مال موجود
نہ ہو ـــ یا صرف بیٹے کے پاس کوئی مال موجود نہ ہو اور بیٹا باپ کے عیال میں ہو تو ان دونوں صورتوں میں
بیٹے کی کمائی باپ کے لئے ہوگی ـــ واللہ تعالیٰ اعلم

عیال میں سے ہو

اولاد کی کمائی باپ کے لئے ہونے کیلئے تیسری قید یہ تھی کہ وہ باپ کے عیال میں سے ہو ـــ اور کسی کے
کسی آدمی کے عیال میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ:
وہ اس آدمی کے ساتھ سکونت پذیر ہو اور وہ آدمی اس کے نان ونفقہ وغیرہ
کو برداشت کرتا ہو۔ جیسے کہ آدمی کا غلام، اسکی بیوی اسکی اولاد اور اسکے بوڑھے محتاج والدین وغیرہ۔
یہ اس آدمی کے عیال کہلاتے ہیں، جیسا کہ "لغۃ الفقہاء" اور "قواعد الفقہ" کی عبارتوں سے واضح ہے۔

عیال الرجل هو الذی یسکن معه وتنفقه علیه کغلامه وامرأته وولده
الصغیر (قواعد الفقه ۳۹۵)

وفی لغۃ الفقهاء: عیال الرجل: الذین یسکنون معه وینفق علیهم کامرأته
وأولاده وغلامه، وأمه، وأبیه الشیخان الفانیان الفقیران، (۳۲۵)

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ عیال ہونے کے لئے سکونت ونان ونفقہ میں معیت
ضروری ہے، جبکہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف کے جزئیہ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے عیال میں سے
ہونے کیلئے اسکے ساتھ سکونت ضروری نہیں، بلکہ صرف نان ونفقہ میں شرکت کافی ہے، خواہ ایک
ہی مکان میں سبھی لوگ بسر کر رہے ہوں یا مختلف مکانوں میں ہوں، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

والعیال: کل من یکون فی نفقة الشخص سواء کان فی منزله ام
فی غیره۔ (فتاوی هندیه ـ فی الوقف علی اهل البیت ۲/۳۷۰)

حاصل یہ کہ کسی آدمی کے کسی کے عیال میں سے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اسکے شریک نان ونفقہ ہو، خواہ وسعت مکان کی وجہ سے ایک ہی منزل میں ہو دونوں ساتھ ہوں یا تنگئ منزل کی وجہ سے الگ الگ منزل میں قیام ہو ـــ۔

لہٰذا اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹا باپ کے عیال میں سے نہ ہو یعنی بیٹا اپنے کھانے پینے میں مستقل ہو، تو ایسا بیٹا جو کچھ باپ کے ساتھ عمل کرے گا وہ مستحق اجرت ہوگا، خواہ اعانت کیا ہو تو اعانت کی اجرت کا حقدار ہوگا یا شرکت میں عمل کیا ہو تو متعینہ شرط کے مطابق منافع کا حقدار ہوگا، الّا یہ کہ تبرعاً کوئی عمل کر دے تو کوئی اور بات ہوگی ـ چنانچہ علامہ خالد اتاسی شرح المجلہ میں ایسی ہی صورتوں کا حکم تحریر کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں:ـ

قد علمت ان الابن اذا کان کسبه علی حدة یکون کسبه له
لا لأبيه۔ (شرح المجله ۴/۳۲۱)

اور چونکہ اس طرح کی صورتوں میں بیٹا خود اپنے اموال کا مالک ہوتا ہے، ان میں باپ کی شرکت نہیں ہوتی اسلئے اگر باپ خود کفیل ہونے کے باوجود اپنے بیٹے کے اموال سے چوری کرلے تو وہ سخت گنہگار ہوگا، ہاں اگر وہ ضرورتمند ہو اور بیٹا خرچ نہ دیتا ہو تو بقدر ضرورت لینے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ علامہ علاء الدین فرماتے ہیں:ـ

وفی المبتغی: للفقیر ان یسرق من ابنه الموسر ما یکفیه ان ابی،
ولا قاضی ثمه، والا اثم۔ (درمختار مع الشامی ۴/۳۵۴)

تفصیلات مذکورہ سے معلوم ہوگیا کہ شرکت کی تمام صورتوں میں بیٹے کی کمائی باپ کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صورت مخصوصہ میں ہی بیٹے کی کمائی باپ کے لئے ہوتی ہے ـ هذا والله اعلم بالصواب

باپ بیٹے کی شرکت کے ضوابط کا خلاصہ

تفصیلات مذکورہ سے باپ بیٹے کی شرکت کے سلسلے میں حسب ذیل ضوابط منقح ہوگئے:

الف ـــــ اگر باپ بیٹے دونوں کے پاس کوئی مال نہ ہو اور بیٹا باپ کے عیال میں سے ہو، اور باپ کے ساتھ اسکے عمل کو انجام دیتا ہو، تو بیٹے کی کل کمائی باپ کے لئے ہوگی، اور بیٹا معین ثابت ہوگا، کما مرّ الاب والابن یکتسبان الخ ص۳

ب ـــــ اور اگر باپ بیٹے دونوں کے پاس کوئی مال نہ ہو، اور بیٹا باپ کے عیال میں سے بھی ہو مگر دونوں کیلئے الگ الگ کام ہو، ایک کو دوسرے کے کام سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس صورت میں بیٹے کی کمائی باپ کے لئے نہ ہوگی، بلکہ بیٹا اپنی کمائی کا خاص طور سے حقدار ہوگا، کما مرّ حتی لو کان لکل منهما حرفة فلا الخ ص۶ فی العنوان "اتحاد صنعت"

ج — اگر صرف بیٹے کا عمل ہو اور باپ کا عمل وکسب کچھ بھی نہ ہو تو پوری کمائی بیٹے کی ہوگی اور باپ کو بیٹے کے عیال میں سے سمجھا جائے گا، نہ کہ بیٹے کو، کما مرّ: انه لو لم یکن للاب عمل ولا کسب بل العمل والکسب للابن یکون المال المتحصل للابن خاصة، لان الاب حینئذ فی عیال ابنه وهو ظاهر (شرح المجله للاتاسی ۴/۳۲۰)

د — اگر دونوں کے پاس اپنا اپنا سرمایہ ہو اور کاروبار میں اشتراک ہو تو اس صورت میں منافع شرط کے مطابق دونوں کیلئے ہوں گے، اور فساد شرکت کی صورت میں مقدار مال کے مطابق ہوں گے، کما مرّ قال الخجندی: ویجوز للاب والوصی الخ صفحہ ۵

ہ — اور اگر سرمایہ صرف بیٹے کا ہو اور باپ کی جانب سے عمل ہو تو یہ مضاربت کی صورت ہوگی اور مضاربت کے صحیح ہونے کی صورت میں دونوں شرط کے مطابق منافع میں شریک ہوں گے، کما مرّ الاب والوصی اذا دفعا مال الصغیر مضاربة الخ اور اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو پورے منافع بیٹے کیلئے ہوں گے، اور باپ کے لئے اجرت مثل ہوگی کما مرّ۔ صفحہ ۵

و — اور اگر صرف بیٹے کا سرمایہ اور کاروبار ہو اور باپ کی جانب سے نہ تو کوئی سرمایہ ہو اور نہ عمل تو جملہ منافع بیٹے کیلئے ہوں گے اور باپ کیلئے منافع کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا، کما مرّ انه لو لم یکن للاب عمل ولا کسب الخ عطفاً اول الصفحہ ص ۶

ز — اور اگر صرف باپ کی جانب سے مال ہو اور بیٹا باپ کے عیال میں ہوتے ہوئے باپ کے کام میں شریک ہو تو پوری کمائی باپ کی ہوگی، اور بیٹا معین شمار ہوگا، کما مرّ اذا اعان شخصا ولده الذی فی عیاله الخ ص ۶

اور اگر باپ کی جانب سے مال ہو مگر بیٹا مستقل ہو، باپ کے عیال میں سے نہ ہو تو بیٹے کی کمائی اسکی ذاتی ہوگی، باپ کی نہ ہوگی، کما مرّ قد علمت ان الابن اذا کان کسبه علی حدة یکون کسبه له لا لابیه، ص ۸

ماقبل کی تفصیلات سے یہ کل سات ضابطوں کی تنقیح ہوگئی جن سے باپ بیٹوں کے مابین اشتراکی کاروبار کی جہاں وضاحت ہوتی ہے وہیں ہر ایک کی حیثیت بھی معلوم ہو جاتی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ع ۲

بیٹے کا اپنے کچھ سرمایہ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں شریک ہونا، اور کوئی فیصد متعین نہ کرنا

اگر کوئی بیٹا قدرِ سرمایہ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں شریک ہوا، اور اس وقت یہ صراحت نہیں کی کہ یہ سرمایہ کس وجہ سے دے رہا ہے، تو ظاہراً یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شرکت کیلئے ہے، مگر صحتِ شرکت کیلئے جو شرطیں ہونی چاہئیں کہ منافع وغیرہ متعین ہو وہ موجود نہیں ہیں، اسلئے یہ شرکت فاسد ہوگی، اور اس کاروبار میں شرکت کے وقت سے جو منافع ملیں گے ان میں سے بیٹا اپنے مال کے تناسب سے منافع کا حقدار ہوگا، خواہ بیٹا باپ کے عیال میں سے ہو یا نہ ہو، جیسا کہ تنقیح ضوابط نمبر (د) میں بات گزر چکی، اور جیسا کہ درمختار میں ہے،

والربح فی الشرکة الفاسدة بقدر المال، ولا عبرة بشرط الفضل (درمختار $\frac{۵۰۳}{۶}$)

ع ۳

باپ کے سرمایہ سے بیٹوں کا کاروبار کرنا اور باپ کا عملاً شریک نہ ہونا

اگر باپ کے سرمایہ اور پونجی سے بیٹوں نے کاروبار شروع کیا اور وہ سب باپ کے عیال میں سے ہیں تو اس طرح کاروبار شروع کرنے کی کئی صورتیں ہیں:—

ا — باپ اس پونجی اور سرمائے کو تمام بیٹوں کے مابین ہبةً تقسیم کر کے مالک بنا دے، پھر سبھی بیٹے اس دیئے ہوئے سرمائے سے کاروبار شروع کریں، اور خود باپ بھی اپنی پونجی کے ساتھ شریک ہو، تو اس صورت میں یہ شرکت کا معاملہ ہوگا، اور معاملہ کی اس صورت پر سوال کا یہ جملہ "وہ کاروبار کی ملکیت اور منافع میں اپنے کو اور سب بیٹوں کو شریک کرتا" دال ہی ہے، تو اس صورت میں باپ یا کوئی اور بیٹا اگرچہ عمل نہ کریں پھر بھی وہ حقدارِ منافع ہوں گے، بشرطیکہ غیر عامل یا قلیل العمل کے لئے قدرِ سرمایہ سے زائد منافع کی شرط نہ ہو — ورنہ یہ شرط صحیح نہیں ہوگی اور منافع بقدرِ مال ملیں گے، جیسا کہ حسبِ ذیل عبارت سے واضح ہے:—

دفع لابنه مالا لیتصرف فیه ففعل وکثر ذالک فمات الاب، إن اعطاه هبة فالکل له، وإلا فمیراث، (درمختار مع الشامی $\frac{۵۲}{۸}$)

وفی شرح المجلة:—

ولذا لو شرطا العمل علی احدهما (ای جاز) وکان الربح للعامل بقدر راس ماله او اکثر، ولو کان الاکثر لغیر العامل او لأقلهما عملا لایصح، وله ربح ماله فقط، شرح المجلة $\frac{۲۶۸}{}$، هکذا فی تبیین الحقائق $\frac{۲۴۵}{۳}$

اور اس صورت میں باپ کے انتقال کے بعد تمام بیٹوں کے حصے شرط کے مطابق مساوی طور سے تقسیم ہوں گے اور ان میں وراثت کا جریان نہ ہوگا، البتہ صرف باپ کے حصہ میں وراثت جاری ہوگی، اور بیٹوں کی جانب سے عمل کی قلت و کثرت یا عدمِ عمل کا اثر استحقاقِ منافع پر نہیں پڑے گا، کیونکہ استحقاقِ منافع کے لئے عمل ضروری نہیں، بلکہ عقدِ شرکت میں شرطِ متعلق ضروری ہے، جیسا کہ حسبِ ذیل جزئیہ اس کی واضح دلیل ہے:—

استحقاق الربح انما هو بالنظر الی الشرط المذکور فی عقد الشرکة

ولیس هو بالنظر الی العمل الواقع، فالشریک المشروط عمله ولو لم یعمل
لعذر کانه عمل، مثلا الشریکان شرکة صحیحة فی حال اشتراط
العمل علی کلیهما اذا عمل احدهما ولم یعمل الآخر لعذر او لغیر عذر یقسم
الربح بینهما علی الوجه الذی اشترطاه — (شرح المجلة للاتاسی ج ۴ ص ۲۷۴)

ترجمہ — ربح کا استحقاق عقد شرکت میں ذکر کی ہوئی شرط کے مطابق ہوتا ہے، اور عمل واقع کے مطابق نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا شریک جس کے عمل کی شرط لگائی گئی ہو، اگر وہ عمل نہ کرے، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے عمل کیا، مثلاً دو ایسے شریک جن کی شرکت صحیح ہو اور ان دونوں پر عمل کرنے کی شرط لگائی گئی ہو، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک عمل کرے اور دوسرا کسی عذر یا بغیر عذر کے عمل نہ کرے، تب بھی ان دونوں کے مابین شرط کے مطابق ربح کی تقسیم عمل میں آئے گی —

اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ — باپ اپنا سرمایہ تمام بیٹوں کو بطور مضاربت کے دیدے اور سب منافع میں برابر کے شریک ہوں تو یہ صورت بھی جائز ہو گی، لیکن سوال میں ذکر کردہ یہ الفاظ "وہ کاروبار کی ملکیت اور منافع میں اپنے کو اور سب بیٹوں کو شریک کرتا" مضاربت کے منافی ہے، اسلئے کہ مضاربت میں سرمایہ کسی ایک کا ہوتا ہے۔ اور عمل دوسرے کا، اور عامل سرمایہ کا مالک نہیں ہوتا، نیز اس صورت میں جس بیٹے کی جانب سے عمل بالکل نہیں ہے وہ حقدار منافع نہیں ہے، کیونکہ مضاربت میں سرمایہ لگانے یا عمل کرنے سے منافع کا حق ہوتا ہے، بغیر ان دونوں کے حق نفع حاصل نہیں ہوتا — جبکہ سوال میں غیر عامل کو بھی شریک نفع مانا گیا ہے، لہذا ایسی صورت پر مضاربت کو محمول کرکے جائز قرار دیا جا سکتا ہے —

اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ باپ نے تمام بیٹوں کو سرمایہ ہبۃً یا قرضاً نہیں دیا، بلکہ بیٹے یونہی باپ کے سرمایہ سے کام شروع کر دیا اور کسی طرح کا معاملہ طے نہ ہوا، تو یہ صورت شرکت کی نہ ہو گی، بلکہ مضاربت فاسدہ کی ہو گی؛ اور پوری ملکیت باپ کی ہو گی اور بیٹوں کو عمل کی اجرت مثل ملے گی، اور اگر باپ کے عیال میں ہیں تو اجرت بھی نہیں ملے گی بلکہ باپ کے معین شمار ہوں گے، جیسا کہ اس طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد تھانوی فرماتے ہیں؛

اگر باپ نے کسی بیٹے کو کچھ رقم ہبۃ نہیں دی، نہ سرمایہ دیا، اور نہ بیٹوں کے پاس اپنی ذاتی رقم یا سرمایہ تھا جس کو ملا کر وہ کاروبار میں شریک ہوتے ہوں، بلکہ ویسے ہی بدون رقم دیئے کام کرنے لگے، — تو یہ صورت شرکت ہی نہیں، بلکہ کل سرمایہ زید کی ملک ہے، اور سب لڑکے اس کے معین شمار ہوں گے،

(امداد الاحکام کتاب الشرکۃ ۳/۳۱۶) بحوالہ

(حاشیہ فتاوی شامیہ ۶/۳۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیق [illegible]

ع ۲

باپ کا بیٹوں کو ان کے سرمایہ کے بغیر

شریک کاروبار کر لینا

باپ کا اپنی کمپنی میں بیٹے کو شریک کرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں :—

الف ——— باپ کا بیٹوں کو اپنی کمپنی میں شریک کر لینا اور اجرت ومزدوری، ملک ومنافع کی تعیین وتصریح نہ کرنا۔ اور اسی طرح بیٹے کا اپنے سرمایہ کے بغیر عمل ومحنت شروع کر دینا۔

چونکہ اس صورت میں بیٹے کی کوئی حیثیت متعین نہیں ہے، اور نہ بیٹے کی جانب سے کوئی پونجی ہے اسلئے اگر بیٹا باپ کی عیال میں سے ہو تو وہ صرف معاون ہوگا اور سارے منافع والد کیلئے خاص ہونگے علامہ خالد اتاسی تحریر کرتے ہیں :—

حیث کان من جملة عیاله، والمعین له فی امورہ واحواله فجمیع ما حصله بکدّہ وتعبه هو ملک خاص لابیه، لا شیٔ له فیه، حیث لم یکن له مال، لانه فی ذالک لابیه معین، (شرح المجلة ۴/۳۲)

ترجمہ ——— جب بیٹا باپ کے عیال میں سے ہو اور جملہ امور واحوال میں اس کی معاونت کرتا ہو تو جو بھی بیٹے کی کدوکاوش سے حاصل ہوگا وہ سب باپ کی ملک خاص ہوگی، اس میں بیٹے کا کچھ نہ ہوگا، کیونکہ بیٹے کے لئے اپنا ذاتی کوئی سرمایہ نہیں ہے، اسلئے وہ اس سلسلے میں باپ کا معین ومددگار ہوگا۔

ب ——— دوسری صورت یہ ہے کہ بیٹا باپ کے عیال میں سے نہ ہو بلکہ خورد ونوش، قیام وسکونت کے اعتبار سے مستقل ہو، پھر والد نے کسی حیثیت کی صراحت اور تعیین منافع کئے بغیر شریک کاروبار کر لیا ہو، تو اس صورت میں بیٹے کی حیثیت ایک عامل کی ہوگی، اور بیٹا اپنے عمل کی اجرت مثل کا حقدار ہوگا، اور سارے منافع باپ کے لئے ہوں گے، اسلئے کہ منافع مجہول ہونے کی وجہ سے یہ شرکت فاسدہ ہے جس میں ایک فریق کی طرف سے مال ہے، لہٰذا عامل کو اجرت مثل ملے گی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں :—

ان الشرکة الفاسدہ اما بدون المال او به من الجانبین او من احدهما — فحکم الاولیٰ ان الربح فیها للعامل کما علمت، والثانیه بقدر المال ——— والثالثه لرب المال وللآخر اجر مثله (شامی ۳/۵۰۴)

وفی شرح المجلة :— یشترط ان یعلم کیف تقسیم الربح بین الشرکاء، فاذا بقی مبهما ومجهولا کانت الشرکة فاسدۃ، لان الربح هو المعقود علیه فی الشرکة، وجهالة المعقود علیه تفسد العقد ——— (شرح المجلة للبنانی ۲/۷۱۳)

ترجمہ ——— شرکت کیلئے یہ شرط ہے کہ شرکاء کے مابین منافع کی تقسیم کیسے ہوگی معلوم ومتعین ہو، چنانچہ جب کیفیت تقسیم مبہم اور مجہول ہو تو شرکت فاسد ہو جائے گی، اسلئے کہ منافع ہی شرکت میں معقود علیہ ہیں، اور معقود علیہ کی جہالت مفسد عقد ہے۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ بیٹے کو شریک کاروبار کرتے وقت ملکیت یا منافع میں شرکت کی صراحت کر دی تھی۔ مثلاً تمام بیٹوں کیلئے کمپنی کے معین و معلوم حصے کی تملیک کا اعلان کر دیا تھا، یا صرف منافع کی مقدار متعین کا اعلان کر دیا تھا، تو ان دونوں صورتوں کا الگ الگ حکم ہوگا۔

اگر معین حصہ کی تملیک کا اعلان کر دیا تھا، تو اس صورت میں گویا باپ نے اپنی کمپنی کا ایک معلوم حصۂ مشاع ہر بیٹے کو ھبہ کر دیا۔ اسلئے ضرورت ہوگی کہ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کی رہنمائی حاصل کی جائے کہ آیا کمپنی کا حصۂ مشاع ھبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں ہمارے تمام فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ متفق ہیں کہ اگر کوئی چیز ناقابل تقسیم ہو تو اسکے حصۂ مشاع کا ھبہ جائز ہے، لیکن اگر ھبہ کی جانے والی چیز قابل تقسیم ہو تو اسکے حصۂ مشاع کو ھبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے:-

ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک امام شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک ایسی قابل تقسیم چیز کے حصۂ مشاع کو ھبہ کرنا بھی جائز ہے، جبکہ حضرات احناف رحمہم اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے:-

ولا یجوز الھبة فیما یقسم الا محوزة مقسومة، وھبة المشاع فیما لا یقسم جائز، وقال الشافعی یجوز فی الوجھین (ہدایہ ۳/۲۸۵)

وفی العنایة: وبه قال مالک واحمد (نہایہ ۱۱/۱۶۹)

لہٰذا باپ کا اس طرح ھبہ کرنا ممکن ہوا کہ نہیں، کاروبار اور کمپنی کے قابل تقسیم ہونے نہ ہونے پر موقوف ہے۔ اگر کمپنی قابل تقسیم ہے تو حضرات احناف کے نزدیک ھبہ صحیح ہے ورنہ نہیں۔

بندہ کی رائے: البتہ اس سلسلے میں بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں زیادہ شدت اختیار نہ کرنا چاہیئے اور عام حالات میں حضرات احناف ؒ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے لیکن صورت مسئولہ جیسے حادثات میں جواز کی گنجائش دینی چاہیئے جیسا کہ علامہ کشمیری فیض الباری میں فرماتے ہیں:-

والذی اراہ ان النھی عنه لکونه مفضیا الی النزاع، وکل امر یکون النھی عنه لا یشدد فیه الشارع للتفقه بل ربما یغمض عنه ان شاء فلا ینبغی التشدد فیه الخ (فیض الباری ۳/۳۷۲)

ترجمہ:- میں جو سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مشاع سے ھبہ کی وجہ ممانعت اس کا مفضی الی النزاع ہونا ہے، اور ہر ایسا معاملہ جس میں ممانعت کی وجہ نزاع ہو اس میں شارع از خود شدت کا پہلو اختیار نہیں کرتا، بلکہ بسا اوقات اس سے چشم پوشی سے کام لیتا ہے لہٰذا اس باب میں شدت و سختی برتنا مناسب نہیں۔

اور اگر باپ نے مقدار معین منافع کی صراحت کردی کہ مثلاً تمام بیٹوں کو اتنا اتنا یا نصف منافع ملیں گے اور بیٹے باپ کے کاروبار میں شریک ہوکر کام کرنے لگے تو یہ صورت شرکت اعمال کی صورتوں میں داخل ہوکر جائز ہوگی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ باپ کا سرمایہ ہے جس میں وہ اپنے تمام بیٹوں کے ساتھ ملکر کام کر رہا ہے، اور منافع کی تقسیم مساوی اعتبار سے ہے — جیسا کہ مبسوط سرخسی میں ہے

اذا اقعد الصانع معه رجلا في دكانه يطرح عليه العمل بالنصف فهو فاسد في القياس، إلا أنه استحسن لكونه متعاملا بين الناس من غير نكير منكر، وفي نزع الناس عما تعاملوا به نوع حرج، فلدفع هذا الحرج يجوز هذا العقد، اذ ليس فيه نص يبطله، (المبسوط ۱۱/۱۷۳ بیروت)

ترجمہ — جب صانع اپنے ساتھ کسی آدمی کو اپنی دکان پر بیٹھا کر نصف منافع کے عوض اسکے ذمہ عمل سونپ دے، تو یہ معاملہ از روئے قیاس فاسد ہے، مگر استحساناً جائز ہے، کیونکہ کسی منکر کی نکیر کے بغیر لوگوں کے مابین رائج ہے، اور لوگوں کو اسکے تعامل سے علیحدہ کرنے میں ایک طرح کا حرج ہے، لہذا اس حرج کو دفع کرنے کی وجہ سے یہ عقد جائز ہوگا، اسلئے کہ اس عمل کو باطل کرنے والا کوئی نص موجود نہیں ہے — فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵ — باپ کے نام سے بیٹے کا کمپنی قائم کرنا

اگر بیٹے اپنے سرمایہ اور پونجی سے کوئی کمپنی قائم کرے، اور اس میں والد کی جانب سے پونجی وغیرہ بالکل نہ ہو، لیکن بیٹا اپنے والد کے احترام میں کمپنی کے کاغذات میں مالک کمپنی والد کو ظاہر کرے، اور انہی کے نام سے کمپنی کو موسوم کردے، جبکہ مالکانہ تصرف خود کرے، اس سے والد کا کوئی تعلق نہ ہو تو پوری کمپنی بیٹے ہی کی ہوگی، اس میں والد کی ملکیت بیٹے کے بقید حیات نہ ہوگی،

اسلئے کہ والد کے صرف نام سے کمپنی قائم کرنے اور کاغذات میں مالک کمپنی والد کو بتانے سے والد کو مالک بنانا لازم نہیں آتا، بلکہ شرعاً مالک بنانے کیلئے کچھ ایسے قرینہ کا موجود ہونا ضروری ہے جو تملیک پر دلالت کرے، اور یہاں تملیک پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے، بلکہ پوری کمپنی میں تصرف کا عمل دخل بیٹے کو حاصل ہے اور وہی اپنے منشا کے مطابق تصرف وغیرہ کرتا ہے جس پر مالک کی تعریف بخوبی صادق آتی ہے، لہذا اس طرح صرف نام پر کردینے سے تملیک ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے،

ولا يصح بإيجاب كوهبت — وجعلته لك بخلاف جعلته باسمك فانه ليس بهبة، وكذا هي لك حلال، إلا أن يكون قبله كلام يفيد الهبة — (در مختار مع الشامی ۸/۴۹۱)

اسی میں علامہ شامی نے صاحب خلاصہ سے نقل فرمایا کہ — اگر کوئی آدمی اپنے بیٹے کیلئے انگور کی بیلیں لگائے اور کہے جعلته لابني (یعنی میں نے اس کو اپنے بیٹے کے لئے کیا) تو یہ ہبہ ہو جائے گا،

لیکن اگر باپ نے جعلته باسم ابنی کہا (یعنی میں نے اسکو اپنے بیٹے کے نام سے کیا) تو اس صورت ہبہ نہیں ہوگا۔ وفی الشامیۃ: ولھذا قال فی الخلاصۃ: لو غرس لابنه کرما ان قال جعلته لابنی یکون ھبة، وان قال باسم ابنی لا یکون ھبة۔ (شامی ۸/۴۹۱)

معلوم ہو گیا کہ صرف نام پر کر دینے سے کوئی چیز اسکی مملوک نہیں ہوتی، جب تک کہ تملیک پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اسی لئے اگر موجودہ صورت میں کوئی گواہ یا دلیل تملیک پائی جائے تو پھر پوری کمپنی باپ کی ملکیت شمار ہوگی۔ جیسا کہ اسکی تائید فتاوی ہندیہ کے جزئیہ سے ہوتی ہے:—

کہ اگر کوئی باپ کوئی چیز اپنی اولاد کے نام کر دے تو اظہر قول کے مطابق اُسے ہبہ سمجھا جائے گا اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہے، لیکن اگر باپ نے کہدیا کہ میرا ارادہ ہبہ کرنا نہیں تھا تو اسکی تصدیق کی جائے گی۔

ولو قال جعلته باسم ابنی فکذا لک ھذا ھو الاظھر وعلیه اکثر مشائخنا، کذا فی الغیاثیہ، وان لم یرد الھبة یصدق کذا فی الملتقط (ھندیہ ۴/۳۹۷)

حاصل یہ کہ: اگر کوئی چیز کسی کے نام کر دی جائے اور ہبہ مراد لینے سے کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو، یا واہب خود صراحت کر رہا ہو کہ میری مراد ہبہ نہ تھی تو اسکی بات مانی جائے گی، لہذا صورت مذکورہ میں جب صراحت موجود ہے کہ کمپنی احترام و اکرام کی وجہ سے لڑکے کے نام ہے، تو اس صورت میں کمپنی باپ کی ہوگی اور باپ کے انتقال کے بعد وہ کمپنی وارثین کے مابین تقسیم نہ ہوگی، بلکہ علی حسب سابق وہ کمپنی قائم کرنے والے بیٹے کی ملک ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باپ کا اپنے سرمایہ سے کاروبار کرادینا

باپ بیٹوں کے باہمی معاملات میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ کبھی مالدار صاحب ثروت باپ اپنے سرمایہ اور پونجی سے ہر ایک بیٹے کا الگ الگ کاروبار کروا دیتا ہے، لیکن بیٹے کی حیثیت متعین نہیں ہوتی کہ اس کاروبار میں وہ مالک ہے یا عامل، تو اس طرح کے کاروبار کے سلسلے میں عموماً دو صورتیں موجود ہیں:—

۱۔ —— باپ کا کاروبار کرا دینا، اور سب لڑکوں کی کمائی خود لینا۔ اور بیٹوں کو صرف خرچ دینا۔

۲۔ —— باپ کا کاروبار کرا دینے کے بعد کوئی منفعت نہ لینا، صرف اسکی رہنمائی میں بیٹوں کا کام کرنا۔

پہلی صورت میں باپ کے کاروبار کرا دینے سے مراد اگر کاروبار کرنے کیلئے سرمایہ اور پونجی دینا ہو تو یہ صورت شرکت مضاربت کی ہوگی، اسلئے کہ منافع اور پورے سرمایہ کا مالک باپ ہے، اور بیٹوں کو بھی بقدر ضروریات رقم ملتی ہے، اور بیٹے باپ کے عیال میں سے بھی نہیں ہیں، یہ شرکت مضاربت کی علامت ہے تاہم شرکت مضاربت کی صحت کیلئے عاقدین کے لئے حصۂ نفع کا معلوم و مشاع ہونا ضروری ہے، جو یہاں موجود نہیں۔

اسلئے یہ شرکت فاسدہ ہوگی، اور اس کا حکم یہ ہے کہ سارا نفع والد کا ہوگا، اور بیٹوں کے لئے اجرت مثل واجب ہوگی۔ کما فی المجلۃ: استحقاق رب المال للربح بماله، فيكون جميع الربح له
في المضاربة الفاسدة، والمضارب بمنزلة اجيره يأخذ اجر المثل
(شرح المجلة للاتاسی ۳۶۲/۴)

لہذا سوال میں یہ ذکر کرنا کہ "سب کمائی باپ کے پاس آتی اور بیٹوں کو ضروریات کے مناسب سے رقم دیدی جاتی" درست نہیں، بلکہ باپ پر ضروری ہے کہ بیٹے کیلئے ہر ایک کا حصہ متعین کرے یا اجرت مثل ادا کرے۔ ——

اور اگر باپ کے کاروبار کروا دینے سے مراد —— باقاعدہ کاروبار کرکے بیٹوں کے حوالے کر دینا ہے، تو اس صورت میں بھی بیٹے کی حیثیت اجیر کی ہوگی، کیونکہ وہ باپ کے عیال میں سے ہیں لہذا ربح متعین نہ ہونے کی صورت میں ان کے لئے اجرت مثل واجب ہوگی۔ کما مر فی اول الباب
ان الشركة الفاسدة بمال من احدهما، فالربح لرب المال وللآخر
اجر مثله۔ (شامی ۵۰۳/۴)

دوسری صورت یہ ہے کہ باپ کا کاروبار کروا دینے کے بعد کوئی منفعت نہ لینا ——
اس صورت میں بھی دو احتمالات ہیں:۔
یا تو باپ نے کاروبار کروا دینے کے بعد ہر ایک بیٹے کو مالک بنا کر ان کے حوالہ کر دیا ہو، جیسا کہ اس پر سوال کا لفظ "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آمدنی باپ کے پاس نہیں آتی۔ صرف باپ کی راہنمائی میں بیٹے کام کرتے ہیں" دال ہے، تو اس صورت میں بیٹا مالک ہوگا اور مسئلہ واضح ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔
ولو دفع الى ابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للابن، اذا دلت
دلالة على التمليك۔ (شامی ۵۰۲/۴)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قرض کی ایک صورت ہو کہ والد نے سرمایہ اور پونجی بطور قرض کے ہر ایک بیٹے کو دیا ہو تاکہ بعد میں واپس لے لے، اور اس سے وہ منافع کا متقاضی نہ ہو، تو اس صورت میں پوری ملکیت ہر ایک بیٹے کی ہوگی، جیسا کہ حسب ذیل جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے۔
واذا كان الربح تماما عائدا الى العامل يكون قرضا۔
(شرح المجلة للاتاسی ۲۷۶/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ع ۷ باپ کی وفات کے بعد کسی ایک بیٹے کا کاروبار سنبھالنا

بار ہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ والد کی زندگی میں ان کا ذاتی کاروبار ہوتا ہے، اور ان کے ساتھ ان کی پوری اولاد ہوتی ہیں جو والد ہی کی کفالت اور عیال میں ہوتی ہیں۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے کہ والد کا انتقال ہو جاتا ہے، اور والد کے انتقال کے بعد کوئی بیٹا اس کاروبار کو سنبھال لیتا ہے، اور اسی کی آمدنی سے گھر کا خرچ چلتا ہے اور کاروبار روز افزوں ترقی کرتا ہوا کافی آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو کیا کاروبار کا یہ اضافہ شدہ حصہ صرف اسی بھائی کا ہوگا جو کاروبار سنبھال رکھا ہے، یا تمام وارثین کے مابین ان کے سہام شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگا ــــ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کاروبار والد کی وفات کے بعد تقسیم نہیں ہوا تو اس میں تمام وارثین کے حصے شامل رہے، اور تمام وارثین کی شرکت، شرکت املاک کی رہی، نہ کہ شرکت عقد، اور مشترک ملک میں اگرچہ ایک شریک دوسرے شریک کے حصہ میں تصرف کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں رکھتا، لیکن جب تمام بھائیوں کا رہنا سہنا ایک ساتھ ہے اور ایک بھائی کاروبار سنبھال کر اسی سے تمام بھائیوں پر خرچ کر رہا ہے، تو ان کی جانب سے دلالۃً اجازت سمجھی جائے گی، لہٰذا کاروبار میں جو بڑھوتری ہوئی وہ تمام وارثین کے مابین ان کے سہام کے مطابق تقسیم ہوگی، جیسا کہ شرح المجلۃ کے حسب ذیل جزئیہ سے عیاں ہے:۔

وكذالك لو اجتمع اخوة يعملون في تركة ابيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي ۔ (شرح المجلہ للأتاسی ج ۴/ ۳۲۲)

اسی طرح علامہ شامی کی حسب ذیل توضیحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام بھائی ساتھ ہوں اور والد کے ترکہ میں زراعتی، تجارتی تصرفات سب مل کر کر رہے ہوں، یا کوئی بڑا بھائی ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہو اور دوسرے سبھی بھائی اس کے تابع اور ماتحت ہوں تو پوری پیداوار اور منافع ان کے مابین برابر تقسیم ہوں گے،

يقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم ان احدهم يموت فتقوم اولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذالك وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بامره ۔ فهي شركة ملك ۔ فاذا كان سعيهم واحدا لم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وان اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا (شامی ۴/ ۴۷۷)

ترجمہ ــــ بہت مرتبہ کسانوں وغیرہ کے سلسلے پر واقعہ پیش آتا ہے کہ ان میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی اولاد تقسیم ترکہ سے قبل اس میں مشغول ہو جاتی ہیں، اور اس میں زراعت و کاشتکاری خرید و فروخت اور قرض وغیرہ کے لین دین کا معاملہ کرنے لگتی ہیں، اور سبھی ان میں سے بڑا لڑکا ہی ان کے امور ضروریہ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور سبھی لڑکے اسی کے ماتحت اس کے حکم سے کام انجام دیتے ہیں، ۔۔۔۔ تو یہ شرکت ملک کا معاملہ ہے ــــ اور جب ان سبھوں کی

محنت و کوشش ورنگ ہے، اور ہر ایک کے عمل سے حاصل شدہ آمدنی الگ و ممتاز
سے ممتاز و علیحدہ نہ ہو تو وہ تمام آمدنیاں ان سبھوں کے مابین برابر مشترک ہوں گی
گو وہ سب کے سب اپنے عمل، رائے و رائی اور عمل کی قلت و کثرت اور درستگی و عدم درستگی
میں مختلف ہوں ــــــ

تنبیہ: البتہ فتاوی ھندیہ کے ایک جزئیہ سے تفصیل بالا پر اشکال ہوتا ہے کہ
ھندیہ کا جزئیہ اس بات پر دال ہے کہ اگر ترکۂ مشترکہ میں کوئی ایک وارث تصرف کرکے
ربح حاصل کرلے تو اس کا حقدار وہی متصرف وارث ہوگا، دوسرے وارث اس میں شریک نہ ہوں گے
جیسا کہ جزئیہ حسب ذیل ہے: -

لو تصرف احد الورثة فی الترکة المشترکة و ربح فالربح
للمتصرف وحده، کذا فی الفتاوی الغیاثیه (ھندیہ ۲/۳۴۳ شرکۃ متفرقات)

اس کا جواب یہ ہے کہ ھندیہ کا جزئیہ اس وقت ہے جبکہ تمام بھائیوں کا رہنا سہنا
ساتھ نہ ہو، بلکہ تصرف کرنے والا دوسرے ورثاء سے علیحدہ ہو کر زندگی گذارتا ہو، اور یہ تصرف اسی
زمانہ میں کیا ہو ــــ اور مسئلۂ مذکورہ اس وقت ہے جبکہ تمام بھائی شریک ہوں اور ایک ہی ساتھ
رہنا سہنا ہوتا ہو، جیسا کہ اوپر ذکر کی گئی عبارتِ شامی سے یہ فرق واضح ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقسیم ترکہ سے قبل بعض ورثاء کا نفع حاصل کرنا

اگر مورث کے متروکہ مال کو وارثین کے مابین تقسیم کرنے سے قبل کوئی وارث کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرے
تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وارثِ متصرف دیگر وارثین کے ساتھ کھانے پینے میں شامل نہیں ہے تو جو نفع حاصل کرے گا
وہ اسی کا ہوگا، اس میں دوسرا وارث شریک نہیں ہوگا، جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے: -

لو تصرف احد الورثة فی الترکة المشترکة و ربح فالربح
للمتصرف وحده کذا فی الفتاوی الغیاثیه ــ

البتہ اس کے لئے اپنے حصۂ وراثت کے بقدر نفع کا لینا حلال ہوگا، اور اس سے زائد لینا حلال نہ ہوگا
اور مابقیہ نفع ملکِ غیر سے حاصل ہونے کی وجہ سے واجب التصدق ہوگا، اس لئے کہ اس کے سہام مقررہ سے
زائد حصے دوسرے وارثین کے ہیں، اور وارثین کی یہ شرکت "شرکتِ ملک" ہے، شرکتِ عقد نہیں ہے، اور
جب شرکتِ عقد نہیں ہے تو دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے، لہٰذا جو ربح دوسرے
کے حصے سے حاصل ہوا وہ ان کی اجازت کے بغیر ہوا، اور ایسے حاصل ہونے والا ربح حلال نہیں ہوتا، جیسے
کہ شرکتِ عقد میں اگر کسی وجہ سے شرکت ختم ہو جائے، اور اس کے بعد کوئی شریک دوسرے کے حصہ سے
ربح حاصل کرے تو ایسا ربح اس کے لئے جائز نہیں، اس لئے کہ شرکت ختم ہو جانے کے بعد دوسرے کے حصہ میں

تصرف جائز نہیں، لہذا ناجائز طریقے سے حاصل شدہ نفع کا تصدق واجب ہوگا، جیسا کہ علامہ خالد اتاسی شرح المجلہ میں فرماتے ہیں:۔

والجنون المطبق کالموت من حیث بطلان الوکالۃ، (الی قولہ) فتبقی الشرکۃ قائمۃ الی ان یتم اطباق الجنون فتنفسخ، فاذا عمل بعد ذالک فالربح کلہ للعامل والوضیعۃ علیہ، وھو کالغصب لمال المجنون فیطیب لہ ربح مالہ لا ما ربح من مال المجنون، فیتصدق بہ، والظاھر انہ یقال: قبل ذالک فیما اذا تصرف احدھما بالمال فی صور بطلان الشرکۃ، فان الربح یکون للعامل ویتصدق بما ربح من مال الآخر ـــــ شرح المجلہ للاتاسی

ترجمہ: شرکاء عقد میں سے کسی پر جنون مطبق کا پیش آجانا بطلان وکالت کیلئے موت کیطرح ہے، لہذا جنون طاری ہونے کی وجہ سے شرکت باقی رہے گی یہاں تک کہ جنون مطبق ہوجائے، تو شرکت عقد فسخ ہوجائے گی، پھر جب اسکے بعد کوئی تصرف کرے تو پورا نفع عامل کیلئے ہوگا اور نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا، اور وہ تصرف کرنے مجنون کے مال کو غصب کرنے کے درجہ میں ہوگا، لہذا خود اسکے مال کا نفع تو جائز ہوگا لیکن مجنون کے مال کا نفع جائز نہ ہوگا، چنانچہ اس کا تصدق کرنا واجب ہوگا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہی بات اس صورت میں بھی کہی جائے، جبکہ شرکت باطلہ کی صورت میں احد الشریکین دوسرے کے مال میں تصرف کرے، تو کل نفع تصرف کرنے والے کیلئے ہوگا، اور دوسرے کے مال سے حاصل ہونے والے نفع کا تصدق ضروری ہوگا۔

البتہ علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ ایسے متصرف کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے حصہ سے زائد نفع بجائے صدقہ کرنے کے اسکے اصل مالک کو دیدے یعنی ورثہ کو یا ان کے حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم کردے، اور چونکہ جس عارض کیوجہ سے یہ نفع متصرف کیلئے حرام تھا وہ عارض ارباب اموال میں موجود نہیں ہے اسلئے ان کیلئے اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔

وفی القہستانی: ولہ ان یؤدیہ الی المالک ویحل لہ المتناول لزوال الخبث، (۲۷۷/۹، شامی)

اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مال خبیث اس کے اصحاب کے معلوم ہونے کی صورت میں ان کیطرف لوٹا دیا جائے اور جب صاحب مال موجود نہ ہو تو اس کا تصدق کردیا جائے، جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

والحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم، والا فان علم عین الحرام لا یحل لہ، ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ، (شامی ۳۰۱/۷)

خلاصہ یہ کہ تنہا تصرف کرنے والے کیلئے اپنے حصۂ شرعیہ کے مطابق فائدہ حاصل کرنا حلال ہوگا، اس سے زائد سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا، بلکہ اس زائد نفع کو ارباب اموال کیطرف لوٹانا ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیثیت متعین نہ ہونے کی صورت میں

ربح کا شرعی حکم

کسی بھی اشتراکی کاروبار کی صحت کیلئے ضروری ہے کہ اسکی ضروری شرطیں تحریری شکل میں طے کی جائیں تاکہ مستقبل میں نزاع باہمی اور ناحق امور سے احتراز ہو سکے، تاہم اگر کاروبار کی ابتداء ہو جائے اور جملہ شرطوں کی تعیین نہ ہو سکے تو شریعت کے مطابق وہ کاروبار فاسد ہو جائے گا، اور اس وقت حاصل ہونے والے منافع مال و عمل کے تابع ہوں گے، جسکی قدرے تفصیل ماقبل میں ہو چکی ہے، اور یہاں مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ ایسی صورت میں :-

یا تو شریکین کی جانب سے مال ہوگا ——— یا کسی ایک کی جانب سے مال ہوگا ———

یا کسی کی بھی جانب سے مال نہ ہوگا، ——— یہ کل تین صورتیں ہو گئیں ۔

پہلی صورت :- اگر شریکین کی جانب سے مال ہو ——— تو حاصل ہونے والے منافع رأس المال کی مقدار کے اعتبار سے تقسیم ہوں گے، اسلئے کہ اصل یہی ہے کہ ربح مال کے تابع ہو، لیکن شرکت صحیح ہونے کی صورت میں جس مقدار کی شرط طے کی جاتی ہے اسی کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، اور یہاں عقد فاسد ہو چکا ہے تو طے شدہ مقدار ربح باطل ہو گئی اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گیا۔ اور ربح مال کے تابع ہو گیا، لہٰذا رأس المال کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا، جیسا کہ مجلہ میں ہے،

یقسم الربح فی الشرکۃ الفاسدۃ علی مقدار رأس المال فاذا شرط لاحد الشریکین زیادۃ فلا تعتبر ——— لان الاصل ان الربح یتبع للمال کالریع وانما عدل عنہ عند صحۃ التسمیۃ ولم تصح، فیبطل شرط التفاضل، لان استحقاقہ بالعقد، فیکون فیہ تقریر الفساد وھو واجب المرفع ———

ترجمہ :- شرکت فاسدہ میں ربح رأس المال کی مقدار کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے، چنانچہ احد الشریکین کیلئے جب زیادتی کی شرط ہو تو (فساد شرکت کی وجہ سے) وہ معتبر نہ ہوگی، اسلئے کہ اصل یہی ہے کہ ربح مال کے تابع ہوتا ہے جیسے کہ غلہ، لیکن اس اصل سے صحت تسمیہ کے وقت (شرط التفاضل کیطرف) عدول کیا جاتا ہے، اور (فساد شرکت کی وجہ سے) تسمیہ صحیح نہیں ہوئی، تو شرط تفاضل باطل ہو گئی، کیونکہ تفاضل کا استحقاق عقد کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور فساد عقد کے وقت اسکے اعتبار کرنے میں فساد کی تقریر لازم آتی ہے حالانکہ وہ واجب الرفع ہے ———

اور اس صورت میں اگر کوئی ایک عمل کرے اور دوسرا کچھ بھی عمل نہ کرے تب بھی رأس المال کی مقدار کے اعتبار سے منافع تقسیم ہوں گے، اور عمل کرنے والے کو الگ سے کوئی اجرت نہیں ملے گی اسلئے کہ کوئی بھی شریک اجیر نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں :-

ولم یذکر ان لاحدھم اجرا لانہ لا اجر للشریک فی العمل بالمشترک

کما ذکرہ فی تنقیح الطحاوی ——— شامی ۵۰۴ ھکذا فی شرح المجلہ ۲۹۳/۴

دوسری صورت :- یہ ہے کہ کسی ایک کی جانب سے مال ہو — تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں :

یا تو مال باپ کی جانب سے ہوگا ، یا بیٹے کی جانب سے ،

اگر باپ کی جانب سے ہو — تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ، یا تو بیٹے باپ کے عیال سے ہونگے یا نہیں — ہر ایک صورت کا حکم ص ۔ عنوان " سرمایہ صرف باپ کی جانب سے ہو " کے ذیل میں گذر چکا —

اور اگر مال بیٹے کی جانب سے ہو تو اسکی تفصیل ص۸ عنوان " صرف بیٹے کا سرمایہ " کے ذیل میں بیان کی جاچکی —

تیسری صورت :- یہ ہے کہ شریکین میں سے کسی کی جانب سے مال نہ ہو — تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں — عمل دونوں کی جانب سے ہوگا — یا کسی ایک کی جانب سے ،

اسکی تفصیل بھی ص ۱ عنوان " مال کے بغیر شرکت کا مسئلہ " کے ذیل میں موجود ہے ۔

وقد تم ما سئل عنہ من الاجوبۃ بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ فقط

وھو اعلم بالصواب ، والصلوۃ والسلام علی

خیر البریۃ وآلہ وصحبہ اجمعین —

کتبہ

محمد فاروق غفرلہ -

جامعہ دار الاحسان باردولی

سورت گجرات -

۲۵ جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ